صادق کے ساتھ امین ہونا بھی لازمی ہے

تحریر: سہیل احمد لون

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان کا بنایا ہوا نظام یا کوئی چیز ایسی نہیں جس میں خامیاں یا کوتاہیاں نہ ہوں، وقت کے ساتھ ساتھ ان میں ردوبدل کر کے انہیں مزید بہتر کرنے کی کوشش ہوتی رہتی ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی نظام یا ادارے میں خرابی یا برائی کو منظر عام پر لانے کے لیے سٹنگ آپریشن کیا جاتا ہے یا اسی نظام یا ادارے سے منسلک کوئی شخص اسے پبلک کر دیتا ہے جسے عمومی زبان میں Whistelblower کہتے ہیں۔ مخبری (Whistleblowing) سے اگر قومی سلامتی کو کوئی خطرہ نہ ہو یا ملکی ساکھ کو نقصان نہ پہنچے تو اسے ادارے یا ملکی نظام کی بہتری کے لیے منظر عام پر لانا کوئی برائی نہیں بلکہ احسن اقدام ہے۔ وزیراعظم عمران خان نے بھی کرپشن کو بے نقاب کرنے والے مخبر (Whislteblower) کے لیے نیا قانون بنانے کا بھی اعلان کیا تھا اور منظر عام پر لائی گئی کرپشن میں سے دس فیصد انعام دینے کا بھی فیصلہ کیا تھا۔

حالیہ تاریخ کا جائزہ لیں تو چند (Whistleblowers) نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔ جن میں پہلا نام وکی لیکس کے خالق جولین پال اسانج (Julian Paul Assange) کا ہے۔ آسٹریلین ایڈیٹر، پبلشر اور ایکٹیوسٹ جولین اسانج نے 2006ء میں وکی لیکس کی بنیاد رکھی۔ جولین اسانج 2010ء میں دنیا کی توجہ کا مرکز اس وقت بنا جب اس نے امریکہ کی سابقہ فوجی Chelsea Manning کی مہیا کردہ معلومات کو پبلش کر دیا جس میں عراق اور افغانستان جنگ میں امریکہ کا بھیانک چہرہ the Afghanistan and Iraq war logs وغیرہ سے بے نقاب کیا تھا۔ چیلسی مانگ کا اسی جرم (Whistleblower) کی پاداش میں آرمی ایکٹ کے ذریعے کورٹ مارشل کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ جولین اسانج کو بھی لندن میں Ecuador ایمبیسی میں سیاسی پناہ لینا پڑی۔ بعدازاں اسے گرفتار کر کے لندن کی Belmarsh جیل میں بھیج دیا گیا اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ اسے جلد ہی امریکی حکام کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد اگر کسی مخبر (Whistleblower) کو بین الاقوامی شہرت نصیب ہوئی تو وہ ایڈورڈ سنوڈن تھے۔ امریکی کمپیوٹر سپیشلسٹ، سی آئی اے کے سابقہ اہل کار اور (NSA) نیشنل سیکیورٹی ایجنسی کے سابقہ کنٹریکٹر ایڈورڈ سنوڈن نے وکی لیک کے خالق جولین اسانج کی طرح خفیہ معلومات لیک کر کے دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اس مقصد کے لیے برطانیہ کے معروف اخبار دی گارڈین کے صحافی گلین گرین والڈ سے رابطہ کیا جس نے اپنی اخبار میں وہ تمام انکشافات کیے جو ایڈورڈ سنوڈن نے اسے مہیا کیے تھے۔ اس نے (metadata, PRISM, xKeyscore, Tempora) جیسے انٹرنیٹ پروگرامز کا انکشاف کیا جس کے بعد اسے عوامی حلقوں میں ہیرو اور حکومتی لیول پر غداری کے ''خطاب'' سے نوازہ گیا۔ ایڈورڈ سنوڈن کے انکشاف کے بعد اب یہ کھلی حقیقت ہے کہ ان پروگرامز کے ذریعہ کسی کے ٹیلیفون، ای میل، کمپیوٹر ڈیٹا تک رسائی حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ دور حاضر میں بیوی بچوں کے بغیر ایک ہفتہ تو

گزارا جا سکتا ہے مگر کمپیوٹر، موبائل فون اور انٹرنیٹ کے بغیر بہت ہی مشکل ہو جاتی ہے۔ کمپیوٹر میں استعمال ہونے والے اکثر آلات (NSA friendly) نیشنل سیکورٹی ایجنسی کی رسائی آسانی سے ممکن ہے۔ جن میں روٹرز، یو ایس بی سٹکس، سوئچ، فائر والز، وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ گوگل، یاہو، سکائپ، فیس بک، ہاٹ میل اور دیگر کئی پروگرامز جس کا استعمال کر کے لوگ اپنی ذاتی چیزیں محدود لوگوں سے شئیر کرتے ہیں مگر ان کو یہ نہیں پتہ کوئی اس تاک میں بیٹھا ہے کہ کون کس سے کیا بات کر رہا ہے؟ کون کس کو کیا ایس ایم ایس یا ای میل کر رہا ہے؟ سنوڈن نے یہ خیال کیا کہ یہ پروگرامز غیر آئینی سرگرمی ہے جس سے عوام کی آزادی سلب ہو رہی ہے۔ اس نے پہلے برطانوی صحافی گرین والڈ کی معاونت سے دنیا میں جمہوریت کے مائی باپ کا بھانڈہ پھوڑ دیا۔ تاجدار برطانیہ بھی کسی حد تک ان پروگرامز تک رسائی حاصل ہے خصوصاً (Tempora) جسے گورنمنٹ کیمونیکیشن ہیڈ کوارٹرز برطانیہ سے آپریٹ کیا جاتا ہے۔ سنوڈن کے انکشافات کے بعد امریکہ میں عوامی ردعمل دیکھنے کو آیا جس میں لوگ اپنی نجی زندگی معاملات کی خفیہ نگرانی کے خلاف سراپا احتجاج تھے۔ اس لیکس کے بعد جرمن چانسلر انجیلا میرکل (Angela Merkel) نے جرمنی میں امریکی سفیر کو اس وقت برلن میں طلب کیا جب انکشاف ہوا کہ (NSA) نیشنل سیکورٹی ایجنسی ان کے فون کالز گزشتہ کئی برسوں سے ٹیپ کر رہے تھے۔ ابھی وہ معاملہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا کہ جرمنی کو دوسرا جھٹکا اس وقت لگا جب ان کو اس بات کا پتہ چلا کہ برطانیہ بھی جرمنی کی خفیہ نگرانی کر رہا ہے۔ جرمن وزیر خارجہ سے اسی معاملے پر بات کرنے کے لیے جرمن میں برطانوی سفیر کی ملاقات بھی ہوئی۔ اس بات کا امکان ظاہر کیا گیا کہ جرمنی میں موجود برطانوی ایمبیسی کی چھت پر ایسے ہائی ٹیک آلات نصب کیے گئے ہیں جن سے خفیہ نگرانی کی جاتی تھی۔ جو کسی بھی ملک میں غیر اخلاقی اور غیر قانونی ہے، اس کے بعد جرمن ایمبیسی لندن میں اگر کسی قسم کی مینٹینیس کا کام کروانا درکار ہو تو سٹاف جرمنی سے آتا ہے۔ امریکی حکام، انٹیلی جینس اداروں نے سنوڈن کو غداری کا مرتکب قرار دیا ہے یہی وجہ ہے ایڈورڈ سنوڈن کو روس میں سیاسی پناہ لینا پڑی۔ اس وقت کے برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون نے اس لیک کو دہشت گردوں کی مدد کرنے کے مترادف خیال کیا۔ M15 کے ڈائیرکٹر جنرل اینڈریو پارکر نے کہا تھا کہ دی گارڈین اخبار نے سب شائع کر کے دہشت گردوں کو تحفہ دیا۔ دنیا پر نظر رکھنے کا کام دراصل 9/11 کے واقعہ کے بعد شدت اختیار کر گیا تھا۔ مواصلات کے نظام کی خفیہ نگرانی کے پروگرامز کا بنیادی مقصد دہشت گردی پر قابو پانا، دہشت گردوں کے نیٹ ورک تک رسائی حاصل کرنا، دہشت گردی کے ممکنہ حملے کو ناکام بنانا تھا۔ عالمی جنگوں میں جرمنی کے مخالف برطانیہ بھی تھا اور امریکہ نے بھی اپنا حصہ ڈال لیا مگر موجودہ دور میں جرمنی میں کوئی آمر ہٹلر نہیں بلکہ جمہوری حکومت ہے اور عوام نے مسلسل چار مرتبہ انجیلا میرکل پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اس کے باوجود جمہوریت کے مائی باپ آج بھی جرمنی کی خفیہ نگرانی میں ایسے مصروف ہیں جیسے اسامہ بن لادن کا ساتواں جنم جرمنی میں ہو چکا ہے۔ دہشت گردی کے خاتمے اور دہشت گردی کے نیٹ ورک تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان پروگرامز پر عوامی ٹیکسز کا بہت پیسہ برباد کیا گیا۔ انٹرنیٹ کے تیز ترین دور میں حیرانگی ہے کہ خفیہ نگرانی کرنے کا اتنا جدید پروگرامز ہاتھ میں ہونے کے باوجود اتنے برس اسامہ بن لادن ہاتھ نہ آیا۔ اسامہ بن لادن نے پیغام رسانی کے لیے کوئی کبوتر نہیں رکھے تھے بلکہ امریکہ نے آپریشن کے بعد خود بتایا تھا کہ اسامہ بن لادن کے کمپاؤنڈ سے اس کے زیر استعمال کمپیوٹر، موبائل وغیرہ انہوں نے قبضے میں لے لیے تھے۔ تعجب ہے کہ انجیلا میرکل کے فون تک

رسائی حاصل کرکے ٹیپ کیے گئے مگر اسامہ کے فونز (Metadata) کی رسائی سے باہر کیوں تھے؟ اسامہ بن لادن بھی ای میل، ایس ایم ایس، گوگل، ہاٹ میل اور سوشل میڈیا سب کچھ استعمال کرتا ہوگا تو یہ سب (PRISM) کی نظر سے کیسے بچ گیا حالانکہ اس کو ایجاد ہی اسی مقصد کے لیے کیا گیا تھا۔ پاکستان کے بدترین دشمن بھارت کا سابقہ وزیز اعظم من موہن سنگھ موبائل فون صرف اس لیے استعمال نہیں کرتا تھا کہ وہ جانتا ہے کہ اُس کی کال کو سنا جاسکتا ہے۔ اس چھوٹی سی بات سے من موہن کی اپنی قوم اور وطن سے محبت کا اندازہ اور محتاط رویے کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جبکہ اپنی حالت یہ ہے کہ ہمارے سیاستدان بشمول سابق وزیر اعظم بھی بولنے سے قبل یہ نہیں سوچتے کہ ان کا بیان یا بیانیہ ملکی سلامتی کے لیے خطرہ تو نہیں؟

چیلسی مینگ، جولین اسانج اور ایڈورڈ سنوڈن نے مخبری (Whislteblowing) کرکے عام لوگوں کی نظر میں ہیرو شپ ضرور حاصل کرلی مگر ان کو ریاست کا مجرم قرار دیا گیا۔ وزیر اعظم عمران خان نے تو کرپشن بے نقاب کرنے والے مخبر کو دس فیصد انعام دینے کا وعدہ کیا تھا مگر آج تک کرپشن کی مخبری نا ہوئی۔ اگر مخبری (Whisltleblowing) کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو گزشتہ ایک صدی میں کبھی کسی سربراہ مملکت نے ملکی راز افشاں نہیں کیے۔ جس ملک کا تین مرتبہ کا وزیر اعظم (Whistleblower) بن جائے تو وہاں سابقہ سپیکر قومی اسمبلی سے کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ میاں صاحب، ایاز صادق یا فواد چوہدری نے جو کہا اگر وہ سچ بھی ہے تو بھی ایسی بات کرنے سے پرہیز کرنی چاہیئے تھی، کیونکہ ایسا سچ جو ملکی سلامتی کے لیے خطرہ ہو، ملک کی ساکھ خراب کرے، ملک یا کسی ادارے میں انتشار کا باعث بنے اس پر خاموشی ہی بہتر ہے، اس بات کا تو ان لوگوں نے حلف بھی اٹھایا ہوتا ہے، صادق اور امین ہونا پیغمبرانہ شیوا ہے۔ ہمارے قانون و آئین کے مطابق اگر ثابت ہوجائے کہ بندہ صادق اور امین نہیں تو اسے رکن قومی یا صوبائی اسمبلی نہیں رہنے دیا جاتا۔ بالفرض اگر ایاز صادق صاحب اپنے قائد کی طرح "صادق" بھی ہیں تو کیا وہ اب امین بھی ہیں؟ کیونکہ قومی راز بھی ایک امانت ہوتی ہے، اگر کوئی شخص حساس موضوع کی میٹنگ میں ہونے والی باتیں راز رکھنے کی بجائے اسے پبلک کرتا ہے جس سے براہ راست حریف اور بدترین دشمن ملک کو فائدہ ہوتا ہو تو کیا وہ امین کہلائے گا؟ کہتے ہیں پہلے تولو پھر بولو، ایاز صادق اپنے قائد کی طرح ابھی تک کہہ رہے ہیں کہ ان کے پاس بہت سے قومی راز ہیں، تو کیا وہ امانت میں مزید خیانت کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں؟ اگر ڈان لیکس پر قانونی کارروائی کرکے سزا دی جاتی تو شاید آج نوبت یہاں تک نہ آتی۔ اب یہ ریاستی اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے (Whisltleblowers) کو حسب روایت ڈھیل اور ڈیل دیتے ہیں یا قانونی کارروائی کرکے سزا دیتے ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

01-11-2020